ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

فرزانہ تبسم

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو سرحد یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر محمد امتیاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو سرحد یونیورسٹی پشاور

فرحانہ انجم

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو سرحد یونیورسٹی پشاور

اردو کی اولین نسوانی خود نوشت اور تاریخ پاٹودی کا ایک بنیادی مآخذ

(بیتی کہانی، از: شہر بانو بیگم)

Farzana Tabassum
PhD scholar, Deptt; of Urdu, Sarhad University Peshawar
Dr.Muhammad Imtiaz
Associate Professor, Deptt; of Urdu, Sarhad University Peshawar
Farhana Anjum
PhD scholar, Deptt; of Urdu, Sarhad University Peshawar

Urdu's first feminist autobiography and a primary source for Patodi's history (Beti Kahani, by: Shahr Bano Begum)

In the last decades of the nineteenth century, creative autobiography started formally in Urdu. "Beti Kahani" has the honor of being the first autobiography in Urdu women's literature. It was written by Shahr Bano in May 1885 under the title "Biti Kahani". It has all the qualities of language and expression. This is a great addition to Urdu literature. Despite the strict norms and restrictions of the society, Shahr Bano has beautifully narrated the story of life and set an example of courage and charm. This autobiography of Shahr Bano is not only an interesting biography of her but also a primary source of history of Patodi state. In the article under review, this autobiography has been critically evaluated.

Key Words: *Autobiography, Diary, Government, Feminism, History, Patodi, Ludhiana.*

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ابتدائے آفرینش سے انسان پر جو گزرتی ہے وہ داستان سنانا چاہتا ہے۔ اس بات کا ثبوت الہامی کتابیں بھی ہیں۔ جو قصہ گوئی کا انداز لیے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ انجیل، تورات، زبور اور قرآن پاک میں بھی واقعات اور کہانیاں موجود ہیں۔ پھر جب انسان نے لکھنا شروع کیا تو اس نے کتبوں پر لکھنے کی ابتداء کی جس طرح مصر اور شام میں بھی کتبوں پر کہانیاں لکھنے کا پتہ ملتا ہے۔

انیسویں صدی سے آپ بیتی نے باقاعدہ فن کی صورت اختیار کی۔ مغربی ادب میں مشاہیر نے آپ بیتی کو فروغ دیا۔ راجاؤں اور شہنشاہوں نے بھی آپ بیتی کی طرف توجہ کی۔ رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں۔

> ''علمی و ادبی نقطہ نظر سے ایک اچھی آپ بیتی پڑھ کر ہم ایک معیاری ادب پارے سے لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ تاریخ، سیاست، اخلاق و نفسیات اور تہذیب و معاشرت کا علم بھی حاصل کرتے ہیں۔''(۱)

آپ بیتی لکھنے والا اپنی دلی کیفیات، مشاہدات، تجربات، احساسات، میلانات سبھی کچھ تفصیلاً بیان کرتا ہے۔ کیونکہ یہ محض روز نامچہ نہیں بلکہ اس میں ابتداء سے انتہاء تک زندگی کے حالات بیان ہوتے ہیں۔ جس میں محض تخیل نہ ہو بلکہ زندگی کی حقیقت رونما ہو۔ کچھ مصنفین زندگی کے اوائل میں ہی آپ بیتی رقم کر دیتے ہیں۔ اسی کو مکمل آپ بیتی کہا جاتا ہے۔ مثلاً یادوں کی بارات ''جوش ملیح آبادی'' اور عبدالمجید سالک کی ''سرگزشت'' بھی اسی قسم کی ہیں۔ آپ بیتی سچائی کی دلیل ہے اور یہ سوانح عمری سے پہلے وجود میں آئی۔ ظاہر و باطن کے تمام راز افشا کرنا مصنف کے لیے ایک کٹھن مرحلہ ہوتا ہے اور آپ بیتی تجربات پر مبنی ہوتی ہے مصنف اپنی شخصیت کے تضادات کو نہایت سلیقے سے اسلوب کی راعنائی میں ڈھانپ لیتا ہے۔

آپ بیتی مسلسل اور ترتیب و تنظیم کے سانچے میں ڈھل کر مکمل ہوتی ہے۔ آپ بیتی لکھنے میں انسان کی قوت ارادہ کو بہت عمل دخل حاصل ہے یہی پہلی شرط بھی آپ بیتی رقم کرنے کی ہے کیونکہ اگر انسان آپ بیتی لکھنے کے طرف مائل ہی نہ ہو تو اس کی داستان کیسے لکھی جائے گی۔ اطہر قسیم اپنے مقالے ''اُردو ادب کی آپ بیتیاں تحقیقی، تنقیدی جائزہ'' میں آپ بیتی کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں۔

> ''آپ بیتی ایک ایسی صنف ادب ہے جس میں اول سے آخر تک مصنف کی اپنی ذات کو مرکزیت حاصل رہتی ہے۔ تاہم حالات وواقعات کے بین السطور میں دوسروں کے افعال و کردار بھی زیر بحث آجاتے ہیں۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ آپ بیتی ایک ایسا آئینہ ہے جس

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

میں آپ بیتی نگار اپنے چہرے کے اصل خدوخال خود بھی دیکھتا ہے اور دوسروں کو بھی دعوت نظارا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بیتی کے فنی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے سچائی کا دامن تھامنا از حد ضروری خیال کیا جاتا ہے۔"(۲)

سترھویں صدی عیسوی میں بھی آپ بیتیوں کے نمونے منظر عام پر آئے۔ لیکن ان میں مذہب کا عمل دخل زیادہ رہا۔ اسی طرح اٹھارہویں صدی عیسوی میں بھی ناول اور آپ بیتی کے مشترکہ نمونے ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد انیسویں صدی عیسوی میں اس فن کی ترقی کے لیے بھرپور انداز میں کام کا بیڑا اٹھایا گیا۔ روزنامچہ یادداشتیں، خطوط، ڈائرایاں یہ سب آپ بیتی کے نامکمل سلسلے تھے جو جاری رہے۔ ابتداء ہی سے آپ بیتی کے فن کی کوئی خاص حیثیت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ایک خاص سطح پر آنے میں صدیاں لگ گئیں۔ تب کہیں جاکر آپ بیتی کو بھی صنف ادب کے طور پر اہمیت حاصل ہوئی۔ مغرب اور مشرق میں آپ بیتیاں لکھنے کے حوالے سے نمایاں فرق واضح رہا۔ مغرب نے آپ بیتی کو صنف ادب کی اولین قسم شمار کرتے ہوئے اس پر خصوصی توجہ دی اور اس پر نہایت جرات مندانہ اور بے باکانہ انداز سے خوب لکھا۔ جبکہ مشرق اس کی قدر سے ناواقف رہا۔ ابن خلدون کی لکھی گئی سوانح عمری کے بعد بھی یہی سلسلہ قائم رہا۔ فارسی ادب میں بھی اس صنف پر بادشاہوں نے توجہ دی۔ تزک بابری ترکی زبان میں لکھی گئی لیکن بعد میں اکبر بادشاہ نے اس کا ترجمہ فارسی میں کرایا۔

مزید ترجمے فرنچ اور انگریزی میں بعد میں کئے گئے جہانگیر بادشاہ نے تزک جہانگیری میں اپنے سالہا سال کے حالات و واقعات، ترتیب وار اپنی تصنیف میں تحریر کیے۔ دونوں بادشاہوں کی آپ بیتیاں چونکہ خارجی اور عام حالات کے زیادہ بیان پر مشتمل تھیں لہٰذا فنی لحاظ سے کامیاب نہ ہوسکیں۔ ۱۸۸۲ء سے قبل خود نوشت سوانح عمریاں وجود میں نہ آئیں۔

مولانا جعفر تھانیسری کی مشہور و معروف آپ بیتی "کالا پانی" بھی اسی صدی ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی اور اس کے بعد ایک نایاب آپ بیتی جو شہر بانو نے ۱۸۸۵ء میں "بیتی کہانی" کے عنوان سے رقم کی لیکن عوام تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے اسے پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔ معین الدین عقیل بیتی کہانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یہ اُردو زبان و ادب کی تاریخ میں اولین نسوانی خود نوشت سوانح عمری ہے۔ مصنفہ نے اپنے اسلاف اور خاندان کے حوالے سے ریاست پاٹودی کی جو سینہ بہ سینہ قدیم اور چشم دید

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

معاصر تاریخ بیان کی ہے اس موضوع پر اسے فی الوقت واحد، اہم اور بنیادی مآخذ سمجھا جانا چاہیے"۔ (۳)

اردو کے نسائی ادب میں خود نوشت آپ بیتی نگاروں کی جو معلومات ملتی ہیں ان میں خواتین نے جو مشہور و معروف اور نایاب آپ بیتیاں قلم بند کر کے اردو ادب کے ذخیرے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے ان مشہور خود نوشتوں میں ریاست بھوپال کے حکمران خاندان سے تعلق رکھنے والی شہزادی کی خود نوشت "عابدہ سلطان ایک انقلابی شہزادی کی خود نوشت" اور اولین خود نوشت کے زمرے میں آنے والی ریاست پاٹودی کے حکمران خاندان سے تعلق رکھنے والی شہر بانو بیگم کی آپ بیتی جسے انہوں نے بیتی کہانی" کا نام دیا شامل ہیں۔

اردو کی اولین نسائی آپ بیتی کے حوالے سے رانا صفدر ادا لکھتے ہیں۔

> "بیتی کہانی" اولین اردو نسوانی خود نوشت ہے۔ جسے شہر بانو بیگم نے مئی ۱۸۸۵ء میں لکھا اور ڈیڑھ سال بعد دیباچے کا اضافہ کر کے شائع کی گئی۔ اس کے علاوہ "محی الدین نامہ" از فضل ۱۰۵۰ھ۔ "غوث نامہ" از سید شاہ حسین ذوقی "محب القلوب" از باقر آگاہ ۱۲۰۷ھ۔ "قطب مشتری" از ملا وجہی ۱۰۱۸ھ۔ "خاور نامہ" از ابن حسام اہم ہیں۔ مولانا جعفر تھانیسری کی "البقا المنن" المعروف کالا پانی" ۱۸۸۵ء کو اُردو کی پہلی باقاعدہ آپ بیتی قرار دیا جاتا ہے"۔ (۴)

حکمران طبقے کا نظریہ زندگی:

تجربہ انسان کو زندگی میں بہت کچھ سکھاتا ہے۔ کائنات بہت سے رازوں کا سرچشمہ ہے۔ زمین و آسمان کا پیدا کنندہ خداوند اپنی مرضی سے جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے حقیر بنادے۔ کہیں وہ گم راہوں کے لیے راہبر بھیجتا ہے تو کہیں انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے پیغمبر اتارتا ہے۔ انسانوں کو ذاتوں اور فرقوں میں تقسیم کرنے والا بھی وہی ہے۔ انسانی زندگی فرقوں اور طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ نوابوں اور شہنشاہوں کے دور سے ذاتوں کی تقسیم چلی آرہی ہے۔ اعلیٰ طبقے کے متوسط طبقے کے اور حکمران طبقے کے لوگوں کی زندگی کے طور طریقے اور عادات و اطوار بھی ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ امراء، نواب حکمران شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے زندگی گزارتے تھے۔ وہ اپنے بزرگوں کو روایات کے شکنجے میں جکڑے ہوتے تھے۔ پورے گھرانے کو اصولوں اور رواجوں پر سختی سے عمل کرنا ان کا فرض خیال کیا جاتا تھا۔ ان کے لئے بڑے بڑے محلات بنانا ان کا فخر ہوتا تھا۔ حکمران طبقہ انھی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بڑے محلات کو قدیم آرائشی اشیاء سے سجانا پسند کرتا تھا بڑے بڑے ہال نما کمروں میں ان کی آبائی پگڑیاں، تلواریں، بندوقیں سجائی جاتی تھیں اور اس کے علاوہ اپنے آباؤ اجداد کی تصاویر بڑے سائز میں لگائی جاتی تھیں۔ اور پشت در پشت وہ حکمران بنتے چلے جاتے تھے۔

ورثہ میں بہت سی نصیحتیں جو ان کو ملتی تھیں وہ سینہ بہ سینہ چلتی رہتی تھیں۔ ان کی رعایا میں ہندو مسلم سکھ ساری کمیونٹی شامل ہوتی تھی۔ انفرادیت قائم رکھنے کے لئے محلات پرانی طرز پر بنائے جاتے تھے۔ حکمران نواب اپنی ریاست کے لوگوں سے بات چیت کرنے کے لئے دربار لگایا کرتے تھے۔ مغلوں کے دور میں بھی گورنر جنرل ہوتے تھے جن کی بہت عزت ہوتی تھی۔ شاہی خاندانوں میں نواب حکمرانوں کا سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا تھا۔ یہ حکمران شیروں کو پالنے کے بھی شوقین ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی مہروں پر بھی شیر کے نشان ثبت ہوتے تھے۔ نواب خاندان کھانے پینے کے بھی شوقین ہوتے تھے ان کے دستر خوان پر پوری پوری فوج کے لئے کھانے کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ خادموں کی ایک پوری فوج ان کی خدمت پر مامور ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے کام کرنے والے خادموں کو ہدیے کے طور پر جائیدادیں بخش دیتے تھے وہ اپنے اسلاف کی چیزوں کی حفاظت کرنا بھی جانتے تھے۔

نواب حکمرانوں میں ۱۰، ۱۲ شادیاں کرنے کا رواج بھی عام تھا۔ اس طرح ان کے بچوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی تھی بعض نواب تو اپنے بچوں کے لیے الگ الگ محلات ان کی پسند کے بنواتے تھے۔ شادی بیاہ کے موقع پر لاکھوں روپیہ بہایا جاتا تھا۔ بڑے بڑے رئیسوں امراء اور حکمرانوں کو ان کے خاندانوں، خادموں سمیت مہمان بنا لیا جاتا تھا اور پھر ان کی دعوتیں ہوتی رہتی تھیں۔

بچوں کی پیدائش پر حکمران نواب اپنی نوابی کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا جشن مناتے تھے کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہو۔ ایسا چراغاں کیا جاتا تھا جو ستاروں کو بھی مات دے۔ نوابوں کے بچے بھی خود کو نواب سمجھ کر عام بچوں سے ہٹ کر اپنے لاڈ اٹھواتے تھے۔

حکمران طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کی آپ بیتیاں بھی تاریخ میں بہت مقام رکھتی ہیں۔ جیسے کے اولین اردو نسوانی خود نوشت شہر بانو بیگم نے " بیتی کہانی " کے عنوان سے لکھی۔ شہر بانو بیگم کا تعلق بھی ریاست پاٹودی کے حکمران نواب خاندان سے تھا۔ ان کی بیتی کہانی میں غدر کے واقعات کی جھلک بھی ملتی ہے۔ اس آپ بیتی کی مصنفہ شہر بانو بیگم بھی نواب اکبر علی رئیس پاٹودی کی دختر تھیں۔ ان کی پیدائش ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔

مصنفہ کا خاندانی پس منظر:

شہر بانو بیگم کے اسلاف کے مورث اعلیٰ رکن الدین محمود صوفی نیشاپور کے رہائشی تھے۔ اور وہ حضرت مودود چشتیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور اپنی بزرگی و کشف و کرامت کی وجہ سے پہلے خواجہ شیخان مشہور تھے۔ چنانچہ ان کے بزرگ حضرت مودود چشتیؒ نے خاص نظر کرم فرماتے ہوئے ان کو شاہ شیخان کا لقب عطا کیا۔ اس وجہ سے ان کے جد امجد اور ان کے خاندان کے بزرگ پٹھان ہونے کے ساتھ ساتھ شیخان کہلائے۔

اس حوالے سے شہر بانو لکھتی ہیں۔

> ''شیخ رکن الدین محمود اپنی بزرگی کے سبب شیخ اور خواجہ شیخان اور شاہ شیخان کہلائے۔ ورنہ قوم سے پٹھان تھے۔ ان کی وفات ۵۹۹ھ میں ہوئی۔ اور موضع چشت میں دفن کیے گئے۔ پھر ان کی اولاد میں جو لوگ ہوئے وہ ان کے اس لقب کی وجہ سے شیخان کہلائے''(۵)

معین الدین عقیل ''بیتی کہانی'' کے مقدمے میں شہر بانو بیگم کے والد کی پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں

> ''نواب فیض طلب خان نے اپنی اہلیہ کے انتقال کے بعد ۱۸۰۹ء میں الہ آباد میں مقیم سادات نیشاپور کے ایک خاندان میں حکیم میر عبداللہ کی دختر سے شادی کی جن کے بطن سے مصنفہ کے والد نواب اکبر علی خان ۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے''۔ (۶)

معین الدین عقیل بیتی کہانی کے مقدمے میں مصنفہ کے والد کی شادیوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''نواب اکبر علی خان نے بارہ شادیاں کیں جن سے اولاد میں پانچ بیٹے اور بارہ بیٹیاں پیدا ہوئیں''۔ (۷)

نوابی خاندانوں کے دور میں بھی لڑکیوں کی تعلیم پر کوئی توجہ نہ تھی۔ سکولوں، کالجوں کا رواج نہ تھا۔ لڑکیوں کو گھر پر ہی تہذیب اور آداب سکھائے جاتے تھے اور امور خانہ داری میں ماہر کیا جاتا تھا۔ نواب خاندان کے لڑکے لڑکیاں گھڑ سواری اور شیر کے شکار بھی کھیلتے تھے۔ نوابی خاندان کی چشم و چراغ شہر بانو بیگم بھی اپنے رسم و رواج کی بھینٹ چڑھ گئیں اور تعلیم سے محروم رہیں ان کی معمولی سی تعلیم میں بھی ان کی تہذیب و آداب کی جھلک ٹپکتی ہے۔

شہر بانو کی تعلیم اور زبان:

معین الدین عقیل شہر بانو کی تعلیم اور زبان کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

''مصنفہ کی تعلیمی لیاقت واجبی ہونے کے باوجود زبان نہایت، شگفتہ، سلیس ورواں ہے۔ اور ضرب الامثال، محاوروں کے بے تکلفانہ استعمال سے اس میں حد درجہ دل کشی و جاذبیت پیدا ہوئی ہے اس پر دہلوی روز مرہ کا اثر خاصا واضح ہے''۔ (۸)

شہر بانو بیگم نواب خاندان میں پیدا ہوئیں۔ اور نواب خاندان کی بہو بھی بنیں۔ لیکن بیتی کہانی کے حالات وواقعات قلم بند کرتے ہوئے انھوں نے خود کو بد قسمت کہا ہے۔

شہر بانو کی شادی:

شہر بانو کی پیدائش کے دن اتفاقاً ان کے والد نواب اکبر علی خان کے دوست عبدالرحمان جو ریاست جھجر کے نواب تھے۔ ان کے گھر آئے اور ان کی بیٹی کی پیدائش پر ہی اپنے بیٹے محمد نور علی خان کے ساتھ نسبت طے کرنے کا اعلان کر دیا۔ اسی وقت محل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

شہر بانو اپنی شادی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

''جب میں پانچ برس کی ہوئی تو نواب صاحب نے شادی کا پیغام میرے ابا جان کو بھیجا۔ دونوں طرف سے بیاہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ (۹)

شہر بانو بیگم کی ساری زندگی زمانے کے ظلم و ستم کا شکار رہی۔ انھوں نے ساس کی ناروا نا انصافیاں بھی برداشت کیں۔ اولاد کا غم بھی سہا۔ نواب خاندان میں پیدا ہونا ہی اچھے نصیب کی علامت نہیں بلکہ یہ نصیب انھیں قدرت کی طرف سے ملا سسرال میں بھی غم و مظالم کی چکی میں پستی رہیں۔ انھیں زندگی میں درپیش ایک ایک غم، دکھ مرتے دم تک یاد رہا۔ ان کی اس ذاتی خود نوشت میں جھوٹ اور تصنع کا دخل بھی نہیں رہا۔ کڑواہٹ سے بھری تلخ زندگی جب ان کے دل کا بوجھ بن کر ان کو ہلکان کرنے لگی تو انھوں نے اس بوجھ کو کاغذ پر اتار پھینکنے کی ٹھان لی۔ بناوٹ کے بغیر ہر بات صداقت سے لکھی۔ ان کی بیتی کہانی حقیقت کا خوبصورت آئینہ ہے۔ انھوں نے سسرال میں ساس کی طرف سے ہونے والے مظالم پر بھی پردہ نہ ڈالا بلکہ ساس کا کیا جانے والا ہر ظلم لکھ ڈالا۔ شہر بانو لکھتی ہیں۔

''ہے ہے استانی جی، اتنی مدت تک یہ ظلم مجھ پر ہوتے رہیں گے اور میں اس ہر دم کی کوفت سے جب تک کیوں کر زندہ بچوں گی۔ استانی جی میں نے تو ایسی ساس نہ کسی کی سنی نہ دیکھی میں تو ایسی زچ ہوئی ہوں کہ اپنی زندگی سے بھی بیزار ہوں۔ جو بات ہے سو ٹیڑھی جو ادا ہے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سونرالی۔ اس پر دد انے کہا کہ استانی جی، خدا خدا کرو، نوج ایسی ساس کسی کی ہو، دیکھتی ہو کہ بات بات پر لڑکی سے الجھتی ہیں'' (۱۰)

شہر بانو نے اپنی شادی کے بعد غدر کے حالات بھی دیکھے ان کے والد پاٹودی ریاست کے نواب تھے۔ وہ پاٹودی ریاست، دہلی۔ جھجر ریاستوں کی تباہی کی چشم دید گواہ ہیں۔ جو حالات غدر میں ان پر گزرے وہ انھوں نے من وعن بیان کر دیے۔

ریاست پاٹودی کی تباہی کا منظر ان کے دل پر نشتر چبھوتا رہا مظالم کی انتہا ہو گئی کوٹھریوں، گھروں کو ایسا برباد کیا گیا کہ وہاں کی ہر چیز نیست ونابود کر ڈالی، گھر کا سامان توڑ ڈالا، جگہ جگہ فرش پر چینی کے برتن ٹوٹے پڑے ملتے پلنگ، چارپائی، دریاں گھر کا راشن سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ جن آپ بیتی نگاروں نے غدر کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور وہ حالات وواقعات خود ان پر گزرے وہ حقیقت پر مبنی رہے۔

شہر بانو بیگم کی واجبی تعلیم ان کے شگفتہ اور معیاری انداز میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ بلکہ ان کی صداقت نے بیتی کہانی میں دلکشی اور دلچسپی کا رنگ بھر دیا زندگی کی تمام تلخ کڑواہٹوں کے باوجود ان کے دماغ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ قوت برداشت کی اعلیٰ صلاحیت کی بدولت ان کی یادداشت سلامت رہی اور انھیں اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کا ہر واقعہ ازبر رہا جب دہلی میں فساد برپا ہو تو اس وقت وہ کم عمر تھیں۔ لیکن اپنی ذہانت کی بدولت حالات کو سمجھنے کی کوشش ضرور کرتی تھیں۔ ایک دن صبح کے وقت جب انھوں نے اپنے ابا جان کو بہت گھبرایا ہوا پایا اور انھیں جب سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہی ترک سواروں کا بے رحمی سے قتل عام کرنے کا قصہ اماں جان کو سنایا اور انگریز میموں اور بچوں کو بے دردی سے قتل کرنا ان کے بنگلے تباہ کرنے کا حال جب بتایا تو انھیں (مصنفہ) کو سمجھ میں آیا کہ اسی کو غدر کہتے ہیں۔

شہر بانو نے بیتی کہانی لکھنے میں جرأت مندی سے کام لیا انھوں نے اس ماحول سے بھی آگاہی رکھی تھی۔ غدر کے ماحول کی عکاسی نے ان کی بیتی کہانی میں جان ڈال دی۔ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بیتی کہانی کی چکا چوند باقی ہے۔ کیونکہ انھوں نے محنت ولگن سے سچائی کے ساتھ بیتی کہانی کو سنوارا اور ادبی دنیا میں معتبر حیثیت سے اس کی پہچان کروائی انھوں نے ذات کا انکشاف کرنے میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ پیدائش سے آخر تک کے واقعات قارئین کی نگاہوں کے سامنے حسین مناظر کی طرح یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ پیش کیے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۱۸۵۷ء کی جنگ کے حالات اس دور کے سبھی لوگوں پر اثر انداز ہوئے۔ شہر بانو بھی اس سے دوچار رہیں۔ اور آپ بیتی میں بہت بہادری سے تصویر کشی کی جھجرؔ کے حالات بھی لکھتی رہیں۔ فوج پر کیا گزری یہ بھی بیان کیا۔ لوگوں کے دلوں میں فوج کا خوف بیٹھ گیا تھا۔ ہر کوئی ہیبت زدہ تھا۔ جدھر منہ اٹھتا بھاگتا کہ فوج آگئی فوج آگئی انھیں موت کا خوف تھا۔ ان کے ابا جان کے بہت سمجھانے کے باوجود سارا بیڑا خالی ہو گیا۔ آخر ابا جان بھی ہاتھی کسوا کر بیٹوں کو ساتھ لے کر جھجرؔ چل پڑے۔

انھوں نے بیتی کہانی میں دل چسپی کا بھر پور انداز قائم رکھا۔ انھوں نے دہلی کے فسادات، عورتوں بچوں کی تباہی، اور نواب جھجرؔ کی گرفتاری اور پھر پھانسی جیسے واقعات کو بھی دلچسپی سے بیان کیا۔ نواب عبد الرحمان جھجرؔ کی گرفتاری دیوالی والی رات سے ہی ہو گئی تھی۔ اور دوسرے دن انھیں پھانسی پر چڑھا کر ریاست پر قبضہ کر لیا گیا۔ سب کچھ تباہ و برباد کر کے ان کے عزیزوں کو جلاوطن کر دیا۔

شہر بانو بیگم بہت حساس طبیعت کی مالکہ تھیں ان کی شخصیت میں دوسروں کے احساس کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ انسان ہونے کے ناتے ان پر بھی غدر کے واقعات کا بہت اثر پڑا عورتوں کی جو تباہی انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی تو ان کا دل ڈوب سا گیا۔

شہر بانو ان دنوں جن حالات کے اتار چڑھاؤ سے دوچار تھیں اسی سے انھیں اظہار کی جرأت ملی۔ ان کے اپنوں کے دیے ہوئے دکھ تلوار کے زخم سے زیادہ گہرے تھے۔ شہر بانو کی اپنی سگی ماں نے بھی ان سے جنم جنم کی دشمنی نکالی لیکن وہ صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اپنی ماں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ ماں کی غربت میں وظیفہ ان کے لئے مقرر کر دیا جب بھی ماں نے بلایا وہ بلا تامل چلی جاتیں لیکن دکھی دل کے ساتھ واپس آتیں۔ وہ جرأت اظہار بھی رکھتی تھیں جب آخری بار ان کی ماں نے پھر بلایا تو تب انھوں نے جرأت سے کام لے کر خط کا جواب بھی نہ دیا۔ کیونکہ ماں کا خط ہی ان کے لیے ایک انگارہ تھا جو سیدھا ان کے دل میں پیوست ہو گیا اور انھیں ماں کے ڈھائے ہوئے ستم ایک ایک کر کے یاد آنے لگے تو انھوں نے شیخ جی کے ہاتھ کہلایا کہ اب ان سے کوئی امید نہ رکھی جائے۔

شہر بانو نے اپنی زندگی لودھیانہ میں گزاری وہاں بھی ان کے حالات ناساز گار ہی رہے۔ دہلی آگئیں وہاں بھی زندگی کسمپرسی کے حالات میں گزاری۔ انھوں نے لودھیانہ سے دہلی اور دہلی سے لودھیانہ آنے جانے میں ہی اپنی زندگی بسر کی۔ شہر بانو کی خوش دامن نے بھی ان کی زندگی کو عذاب بنائے رکھا۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سسرال میں ان کے ساتھ نا انصافیاں ہوتی رہیں وہ ظلم سہتے سہتے تنگ آچکی تھیں۔ ان کی استانی نے انھیں سمجھایا کہ ساس نندوں کا معاملہ ہر گھر میں ایسا ہی ہوتا ہے تمہاری ساس ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہوں گی تم اپنی جان نہ جلایا کرو اور زندگی میں اس طرح کی اونچ نیچ آتی رہتی ہے تم خوش رہا کرو۔ لیکن جھجرّ سے لودھیانہ ہجرت، سسرال والوں کا ساتھ گھر چھوڑنے کا ملال اور ماں باپ سے دوری نے ان کی طبیعت میں اداسی بھر دی تھی۔ لیکن ذرا سی تسلی تھی تو بس یہ کہ ہجرت میں ان کی دو سگی بہنیں بھی ان کے ساتھ تھیں اور ان ہی کی سسرال میں بیاہی گئی تھیں۔ لیکن ساس اور شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد انھوں نے بہت بھاگ دوڑ کر کے لودھیانہ سے دہلی میں قیام کی اجازت لے لی تھی۔

بیتی کہانی قلم بند کرنے کی اصل وجہ:

ایک خوش اخلاق انگریز خاتون مس تھورن سے شہر بانو کی ملاقات دہلی میں ہوئی۔ پیشے کے اعتبار سے وہ ڈاکٹر تھیں وہ بہت سمجھ دار سلیقہ شعار خاتون تھیں وہ جب شہر بانو سے ملیں تو انھوں نے اندازہ لگایا کہ شہر بانو زمانے کے ہاتھوں ستائی ہوئی ایک مجبور اور دکھی عورت ہے۔ ایسی عورت جس نے زندگی کے نشیب و فراز دیکھے۔ اپنی زندگی کی جتنی بہاریں اس نے دیکھیں اس میں دکھ و غم ہی دیکھے اولاد کا غم، شوہر کے فوت ہونے کا غم، سسرال کی زیادتیاں۔ اور یہ سب کچھ بہت حوصلے کے ساتھ برداشت کیا۔ ہر حال میں خود پر قابو پائے رکھا۔ اور کبھی حالات کے ظلم و ستم سے دل برداشتہ نہ ہوئیں۔ تو شہر بانو کا دل بہلانے کو مس تھورن صاحبہ نے ایک انگریز خاتون مس فلیچر کا ذکر کیا کہ وہ ولایت سے یہاں آئی ہوئی ہیں۔ لیکن وہ اُردو لکھنا پڑھنا چاہتی ہیں۔ تو تم انھیں اُردو سکھا دو۔ اس طرح ان کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور تمہارا وقت بھی اچھا کٹے گا۔ اس طرح شہر بانو نے ان کے کہنے پر مس فلیچر کو اُردو کی کتابیں لکھنا پڑھنا سکھانے کی ذمہ داری لے لی۔ اور تھوڑے ہی دنوں کے میل ملاپ کے بعد ان دونوں میں ایک بے نام لیکن مضبوط رشتہ استوار ہو گیا۔ مس فلیچر ایک خوش اخلاق ملنسار اور ہنس مکھ خاتون تھیں۔ انھوں نے شہر بانو کے حالات بہت غور و توجہ سے سنے اور فرمائش کی کہ آپ بیتی لکھ دیں۔ تاکہ اسے یادگار کے طور پر رکھا جاسکے۔ مس فلیچر کی فرمائش پر اور ان کی خوشی کی خاطر شہر بانو بیگم نے بیتی کہانی قلم بند کی وہ لکھتی ہیں۔

> ''سو آپ کی خاطر سے میں نے اپنی بیتی کہانی یعنی روز پیدائش سے آج تک جو کچھ گزرا تھا وہ لکھ کر آپ کو دیا۔ اب تو آپ نے مجھ عاجزہ کا قصہ سنا۔ سچ کہنا مجھ جیسے بدنصیب دنیا میں دیکھے کیا سنے بھی نہ ہوں گے''(۱۱)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

یہ بیتی کہانی شہر بانو نے دہلی میں قیام کے دوران لکھی۔ انھوں نے اپنے جد امجد سے لے کر رئیس جھجرؔ تک کے آنکھوں دیکھے واقعات تسلسل کے ساتھ لکھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے واقعات اور نوابوں کی طرز زندگی رقم کرنے سے یہ بیتی کہانی ایک تاریخی دستاویز بھی بن گئی۔

اجمالی جائزہ:

نواب اکبر علی خان (رئیس پاٹودی) کی صاحبزادی شہر بانو بیگم نے اپنی سرگزشت "بیتی کہانی" کے عنوان سے ۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانے کے انتہائی وحشت ناک حالات وواقعات کے تناظر میں قلم بند کی ثقافتی و تہذیبی اور سماجی اعتبار سے اسے خاص فوقیت دی گئی حالات کی ستائی اور زمانے کی ٹھوکریں کھائی ہوئی غم کی ماری خاتون کے پاس مبالغے کا کوئی جواز ہی نہ تھا۔ غدر کے تمام حالات خود ان پر بیتے تو ایک ایک حرف سچ پر مبنی لکھ ڈالا بہت نا انصافیاں اور مظالم سہنے کے بعد انھیں زندگی کے بڑے تجربے حاصل ہوئے۔ انھوں نے سنجیدہ اور باوقار انداز اپنایا انھیں معلوم تھا کہ آپ بیتی لکھنا ایک دشوار فن ہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے باطن کے ہیجانات اور نفسیاتی پیچیدگیوں کو اپنے مخصوص لفظوں کے سانچے میں ڈھالا۔ بیانیہ انداز اختیار کرتے ہوئے تصنع کو ایک طرف رکھا اور جرأت و بے باکی کا مرقع پیش کیا۔ ان کا مخصوص اسلوب ہی بیتی کہانی کی پہچان بنا۔ انھوں نے دلکش اسلوب کے ساتھ ہر لفظ کو اپنے مقام پر خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا۔ انھوں نے ایجاز واختصار سے حسن اور زور پیدا کیا۔ اظہار کی قوت کی پختگی نے ان کے اسلوب کو سنجیدہ بنایا۔ اور صفائی اور سادگی سے اپنے اسلوب کو نکھارا انھوں نے اپنے خاندان کے نوابی سلسلے کا نسل در نسل ذکر بھی بہت خوبی سے کیا۔ ان کی تحریر بلحاظ اسلوب اعلیٰ نمونہ ہے۔ فقروں کی بناوٹ اور روز مرہ کا استعمال بہت سمجھ بوجھ کے ساتھ کیا۔ انھوں نے جملوں کی ترتیب کو بھی فطری بنایا ان کی بیتی کہانی عورت کے جذبات و احساسات کی ترجمان ہے۔ اور رسم و رواج اور معاشرے کی عکاس ہے۔ حقیقی واقعات کو بڑی روانی سے تحریر کیا۔ ان کے حالات زندگی روز بروز بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ پہلے سگی ماں نے ستم ڈھائے سسرال میں ساس کے ظلم کا نشانہ بنیں لوگوں نے ان سے حسد کیا۔ غدر کی سختیاں جھیلیں کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کے خاوند نے برباد کیا پانچ اولادوں میں سے کوئی زندہ نہ بچا اتنی آزمائشوں کے باوجود انھوں نے ہار نہ مانی حالات کے سامنے ڈٹ گئیں وہ سمجھوتہ کرنے کے بجائے مقابلہ پر آگئیں اور شوہر کے فوت ہونے کے بعد بھی زندگی کی ناؤ کو کھینچتی رہیں۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

انھوں نے قدرت کی عطا کردہ تخلیقی صلاحیتوں کا صحیح اور بروقت استعمال کیا۔ وہ اللہ کی رضا میں راضی صابر و شاکر شخصیت کی مالکہ تھیں۔ سخت ترین پابندیوں اور اصولوں کے باوجود شہر بانو بیگم نے داستان حیات میں خوبصورتی کے تمام رنگ بکھیرے اور جرأت و دلکشی کی مثال پیش کی۔ بیتی کہانی کو اولین خود نوشت کے طور پر اردو ادب کے ذخیرے میں نسائی گوہر نایاب مانا گیا اور ان کی بیتی کہانی نسائی آپ بیتیوں میں اولین اور ضخیم اضافہ ہے.

حوالہ جات

۱۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اصناف ادب، اشاعت دوم، منظور پریس لاہور۔ ۱۹۷۹ء ص ۱۶۹

۲۔ اطہر قسیم، اُردو ادب کی آپ بیتیاں تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مقالہ پی ایچ ڈی اُردو نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، پاکستان ۱۹۹۳ء ص ۲۳۸

۳۔ معین الدین عقیل مقدمہ، بیتی کہانی، ادارہ علمی حیدر آباد پاکستان اشاعت اول ۱۹۹۵ء ص ۲۳

۴۔ رانا صفدر ادا ''اردو آپ بیتی کی تاریخ آغاز سے ۱۹۴۷ء تک'' مقالہ ایم فل اُردو مملوکہ اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۳۰

۵۔ شہر بانو بیگم ''بیتی کہانی'' ادارہ علمی حیدر آباد پاکستان اشاعت اول ۱۹۹۵ء ص ۷۶

۶۔ معین الدین عقیل مقدمہ ''بیتی کہانی'' ادارہ علمی حیدر آباد پاکستان اشاعت اول ۱۹۹۵ء ص ۱۲

۷۔ ایضاً ص ۱۳

۸۔ ایضاً ص ۱۵-۱۶

۹۔ شہر بانو بیگم ''بیتی کہانی'' ادارہ علمی حیدر آباد پاکستان اشاعت اول ۱۹۹۵ء ص ۵۱

۱۰۔ ایضاً ص ۶۷

۱۱۔ ایضاً ص ۱۳۱